

اباحت پسندی کا نظریہ*

مولانا سلطان احمد اصلاحی

معاملات دنیا کی دین و مذہب سے آزادی اور خدا و رسول سے منہ موڑ کر مسائل حیات کو حل کرنے کی خواہش نے ترقی پسندی اور روشن خیالی کے دعویدار یورپ کو فکر و نظر کی بے اعتدالی اور گمراہی کی جن نوع بہ نوع صورتوں سے دوچار کیا ہے، ان میں سے ایک چیز 'اباحت پسندی' (Permissiveness) یعنی بے قید و بے مہار جنسی زندگی کا تصور ہے۔ بادی النظر میں اباحت پسندی (Permissiveness) سے ذہن جملہ معاملات زندگی میں ہدایت الہی سے بے تیاری اور دین و مذہب کی قید سے آزادی کی طرف جاتا ہے۔ لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ اباحت پسندی (Permissiveness) کا مطلب خاص طور پر انسان کا اپنی جنسی زندگی میں ہر طرح کی قید و بند اور پابندی اور رکاوٹ سے آزاد ہونا ہے۔ چنانچہ لغت میں اس کی جو تعریف کی جا رہی ہے اس میں سماجی برتاؤ (Social Conduct) اور سماجی تبدیلیاں (Social Changes) بھی اگرچہ اس کے دائرے میں آتی ہیں۔ لیکن بے قید جنسی زندگی ان سب سے نمایاں ہے جس نے دوسرے تمام پہلوؤں کو بالکل دبایا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جنسی آزادی کے ساتھ ہم جنس پرستی کی آزادی کا اصلاحی قانون، مینا کی دنیا میں سنسزپ کا خاتمہ، ان موضوعات پر بے تکلف اور کھلا بحث و مباحثہ جن پر اب تک اظہار خیال کے پابندی تھی وغیرہ بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ چنانچہ اباحت پسندی (Permissive Society) کا ایک حصہ

* زیر ترتیب کتاب 'اباحت پسندی کا نظریہ اور اسلام' کا ایک حصہ

- 1) Chamber's Family Dictionary, Edinburgh, 1901
- 2) Chamber's Twentieth Century Dictionary, Allied Publishers, New Delhi 1973 Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English, Darya Ganj, New Delhi 1982.

اس معاشرہ کو کہا جاتا ہے جس میں آزادی کی یہ نعمتیں خاص طور پر حاصل ہوں۔ لغات کی دنیا کا یہ وہ اضافہ ہے جس کا سال ۱۹۶۶ء سے پہلے سراغ نہیں ملتا۔

اس تصور کی ابتداء

مغرب کی یہ جنسی انارکی جسے وہاں کے مفکرین جنسی انقلاب (Sexual revolution) کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس کا سراغ ۱۹۲۰ء کے آس پاس ملتا ہے۔ جون ۱۹۴۷ء اور اس کے ارد گرد اپنے نقطہ عروج کو پہنچتا ہے جبکہ جنسی رویے (Sexual attitudes) اباحت پسندی (Permissiveness) کی طرف پھیلاؤ لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سماجی اور قانونی اصلاحات کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جو جنسی برتاؤ (Sex behavior) کو خالص فرد کے ذاتی فیصلہ کا معاملہ قرار دیتے ہیں۔ ۱۹۶۶ء سے آگے جنسی اباحت پسندی، کی لہر ایک اور محدود رخ اختیار کرتی ہے یعنی 'قبل از ازدواج جنسی اباحت' (Premarital Sexual Permissiveness) جس کے نتیجے میں 'جنسی اباحت' (Sexual Permissiveness) 'قبل از ازدواج جنسی اباحت' (Premarital Sexual Permissiveness) کے مرادف ہو کر رہ جاتی ہے۔ گویا کہ اب مغرب جنسی بے راہ روی کے لیے آگے کے مراحل کے انتظار کا متحمل نہیں، شادی سے پہلے ہی وہ اس دائرے کے تمام تجربات کر لینے کو ضروری خیال کرتا ہے۔ اس عرصے میں جن مصنفین و مفکرین اور اہل قلم کے ذریعہ اس تصور کی متعین شکل و صورت سامنے آئی ہے اور اس کے خدوخال واضح اور نمایاں ہوئے ہیں، ان میں ماہر سماجیات

۱۔ Chamber's Family Dictionary، مولدہ ۱۹۶۱ء۔

۲۔ Twentieth Century Dictionary، طبعہ نو، حوالہ سابق

۳۔ The Sociology of Sex P. 245, 246 - Edited by James

Ms. Hendlin and Edward Sagrin, Schocken Books,

New York, 1978 نیز ۲۔ Ina L. Reiss: The Social Context

of the Pre-marital Sexual Permissiveness P. 8. Holt Rinehart

and Winston, New York 1967

جناب ارا۔ ال۔ ریس (Ira. d. Reiss) کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے خاص طور پر اس پس منظر میں نئی دنیا امریکہ کے جائزے اور اس پر اپنے مطالعات اور جائزوں سے قبل از ازدواج جنسی اباحت (Premarital Sexual Permissiveness) کو جدید سماجیات (Sociology) کا ایک زندہ بلکہ دکھتا ہوا موضوع (Burning Topic) بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر مختلف پہلوؤں سے موصوف کے متفرق مقالے کے علاوہ جو مغرب کے سماجیات کے معیاری جرنل میں شائع ہو چکے ہیں، ان کی دو مستقل تصنیفات ہیں۔ ۱۔ امریکہ میں قبل از ازدواج کے جنسی معیارات (Premarital Sexual Standards in America) اور ۲۔ قبل از ازدواج جنسی اباحت کا سماجی سیاق (The Social Context of the Premarital Sexual Permissiveness) افسوس کہ ہمیں تلاش کے باوجود مصنف کی پہلی کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ دوسری کتاب ہمارے پیش نظر ہے جس کے حوالے انشاء اللہ آگے آپ کے سامنے آئیں گے۔ اپنے دیگر مقالات میں مصنف نے جس طرح کا کام کیا ہے اس کا کسی قدر اندازہ ان کے عنوانات ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ ۱۔ قبل از ازدواج مباشرت میں دوہرے معیار کا مسئلہ۔ ایک خیال جو مسترد کیا جا چکا ہے، (The Double Standard in Premarital Intercourse - A Neglected Concept)۔ ۲۔ قبل از ازدواج جنسی اباحت کی پیمائش (The Scaling of Premarital Sexual Permissiveness)۔ ۳۔ جنسی نشاۃ ثانیہ۔ ایک خلاصہ اور تجزیہ (Sexual Renaissance, A Summary and Analysis)۔ ۴۔ سماجی طبقات اور قبل از ازدواج جنسی اباحت (Social Class and Premarital Sexual Permissiveness)۔ اس دائرے کے دوسرے مصنفین کی کاوشیں

لے شائع کردہ: New York Free Press 1960

لے Sociol Forces, March 1956 میں شائع شدہ

لے Social Forces May 1964 صفحات ۱۸ تا ۱۹۸

لے Journal of Social Issues April 1966 صفحات ۱۲۲ تا ۱۳۲

لے American Sociological Review, October 1965 صفحات ۷۹۷ تا ۷۹۶

کچھ اس طرح کی ہیں۔ ا۔ رابرٹ بل (Robert Bell) کی کتاب 'بدلتے سماج میں قبل از ازدواج جنس' (Premarital Sex in Changing Society) ۲۰۶۲ جہاں گنگان (John Gagnon) کی کتاب 'قبل از ازدواج مباشرت اور ذاتی باہمی تعلقات' (Premarital Intercourse and Interpersonal Relationships)

یورپ اور خاص طور پر نئی دنیا امریکہ میں، جو قبل از ازدواج جنسی اباحت (Prema-nital Sexual Permissiveness) کا خاص مرکز ہے، جنسی اباحت پسندی کا کیا رنگ ڈھنگ ہے اور روشن خیالی اور علم و فن کے نام پر شیطان کس طرح انسان کو اپنے پیچھے پھار رہا ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس سے پہلے یورپ کی تاریخی جنسی بے اعتدالی پر ایک نظر ڈال لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

یورپ کی تاریخی جنسی بے اعتدالی

اسے یورپ کی بد قسمتی ہی کہنا چاہیے کہ اسے اپنی تاریخ کے کسی عرصہ میں جنسی اعتدال نصیب نہ ہو سکا۔ زمانہ دراز تک وہ پال کی ایجاد کردہ باہل مسیحیت کے دام میں گرفتار رہا جس نے حضرت مسیحؑ کی اصل تعلیمات میں تحریف کر کے تجرد و ربانیت (Celibacy) کو انسانی زندگی کا آئیڈیل قرار دیا۔ اس سے قطع نظر کہ پوری مسیحی دنیا میں اس خلاف فطرت اصول پر کبھی مخلصانہ عمل نہیں ہوا، جیسا کہ نہ ہو سکتا تھا۔ عوام سے قطع نظر خود کلیسا اپنی عظمت و افتخار کے دور شباب میں مثالی جنسی بے اعتدالیوں کا شکار رہا۔ بڑے بڑے پادری شرافت و اخلاق کی تمام حدود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شہوت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ احتساب عقائد کی عدالتیں شہوت رانی کے مراکز بنی ہوئی تھیں۔ بعد میں کلیسا کے مظالم اور

Englewood Cliffs, N.J. Prentice Hall, 1966

Boston: Little, Brown, 1975 رسالوں اور کتابوں کے ان سب حوالوں کے لیے ارا۔ ال۔ ایس کی کتاب 'The Social Context' پیش نظر ہے۔

۱۹۸۵ء: تاریخ اخلاق یورپ، بحوالہ: سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں ۲۱۵۰-۲۱۶۰ء۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، بارششم ۱۹۸۵ء۔ ۱۹۸۵ء سلطان احمد اصلاحی، محدود و تصور مذہب کا پس منظر، مطبوعہ، سہ ماہی تحقیقات اسلامی =

بعض دوسرے تاریخی اسباب و عوامل کے تحت یورپ میں 'نشاۃ ثانیہ' (Renaissance) اور روشن خیالی (Enlightenment) کے دور کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں یورپ نے مسیحیت سے دامن چھڑانے کے ساتھ نفس دین و ایمان ہی سے یکسر رشتہ منقطع کر لیا۔ اور مذہب و اخلاق کی تمام قدروں سے آزاد ہو کر انسان نر احوان قرار پایا۔ روشن خیالی کا یہی نقطہ عروج تھا جب کہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں مغرب کی سر زمین سے سکندرفرائڈ (Sigmund Freud, 1856-1939) جیسے لوگ منفرد شہود پر آئے جس نے دین و مذہب کو بدترین جرم کی پیداوار بتایا۔ مذہب و اخلاق کا یکسر انکار کرتے ہوئے انسان کو محض جانور قرار دیا اور انسانیت کو ایسے فرد کی صورت میں پیش کیا جو اپنی زندگی میں شہوانی طاقت (Libido) کی منہ زوریوں سے مجبور ہو کر اپنی لذتوں کی تکمیل میں لگا رہتا ہے۔ اسی شہوانی قوت کو اس نے انسان کی نفسیاتی ساخت کا سب سے پہلا درجہ قرار دیا۔ مزید برآں اس نے یہ بھی کہا کہ قوت شہوانی (Libido) کو بالکل آزاد ہونا چاہیے۔ اس کا جو من چاہے کرے۔ جنس کے مسئلہ میں فرد آزاد ہے وہ جو چاہے سو کرے۔ کیونکہ وہ بیچارہ مجبور ہے۔ ورنہ غویب اعصاب شکنن دباؤ۔ (Repression) کا شکار ہو جائے گا خلاصہ یہ کہ انسان کا جنسی مسئلہ ایک خالص حیاتیاتی مسئلہ (Biological Problem) ہے۔ مذہب و اخلاق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ انسان خود طبعی لحاظ سے قطعاً ایک غیر اخلاقی وجود ہے۔ اس کی طبیعت میں ذاتی طور پر خیر و شر کا کوئی میلان نہیں پایا جاتا۔

= علی گڑھ / ۹۲۔ اپریل۔ جون ۱۹۸۲ء۔ موجودہ دور میں بھی یکساںی حالت کم افسوسناک نہیں ہے۔ آج امریکہ میں زمرہ یہ لکھنیا جنسی بے اعتدالیوں میں خود ملوث ہے۔ بلکہ وہ کھلے بندوں بیکاری اور جنسی آوارگی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ وہ اپنے زیر انتظام اس کے مواقع فراہم کرتا ہے اور اس کی سرپرستی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو: سید قطب شہید: اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل صفحات ۹۲ تا ۹۶۔ ترجمہ ساجد الرحمن صدیقی۔ ادارہ منار اسلامی، کراچی، اشاعت اول ۱۹۷۳ء۔

سہ اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہمارا سلسلہ مضامین، یورپ میں حکمہ احتساب کے ستم خوردوں پر ایک نظر اور یورپ میں جرح اور ایسیٹ کی علمی مکتبہ برترتیب، تحقیقات اسلامی، جولائی۔ ستمبر ۱۹۸۲ء، جنوری اریح ۱۹۸۲ء۔

سہ فرائڈ کے ان خیالات کے لیے پیش نظر ہے: محمد قطب: اسلام اور جدید ادبی افکار، ترجمہ مجاہد احمد =

جب یورپ کے فکر و فلسفہ کے اماموں کی نگاہ میں 'انسان' کی یہ حیثیت قرار پائے اور اس کی ساری زندگی جنس (Sex) کے گرد گھوم جائے تو اس دائرے میں وہ جیسے کچھ بھی شگوفے کھلائے کم ہی ہے۔ لیکن اب تک یہ مسئلہ نفسیات (Psychology) کا تھا آگے وہ اس سے آگے سماجیات (Sociology) کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ انسان کی حقیقت و ماہیت اور اس کی جبلت کا مطالعہ اور زندگی میں اس کے لیے مناسب رویوں کی تعیین، یہ میدان اصلا فلسفہ و نفسیات کا ہے۔ جب اس دائرے میں انسان کی 'جووانی' حیثیت مسلم ہو گئی تو سماجیات کے حصے میں لے دے کر جو چیزہ گئی وہ یہ کہ متنوع زاویوں سے وہ مختلف سماجی اکائیوں کا مطالعہ کرے اور موجود سماجی ڈھانچے سے حاصل ہونے والے اعداد و شمار کے ذریعہ انسانی رویوں کے تجزیہ و تحلیل سے اپنے میدان میں نئے مواد کا اضافہ کرے۔ جب سے یورپ نے دین و ایمان کے جھنجھٹ سے بچھا پھیر لیا ہے، کیفیت یہی ہے کہ معاشرہ آگے آگے چلتا، اولال کے پیچھے افکار و نظریات کی تشکیل ہوتی ہے۔ جنس (Sex) کے مسئلہ میں موجود سماجیات اسی صورت حال سے دوچار ہے۔ جناب ارارال ریس کی عظمت کا یہی راز ہے کہ انھوں نے سماجی علوم کی سب سے کم عمر شاخ 'سماجیات' (Sociology) میں بھی اس اہمی بالکل تازہ اور نووارد مسئلہ جنس (Sex) کو امر کی سماج کے مطالعہ کی روشنی میں مربوط اور منظم شکل میں پیش کیا ہے۔ اور اسے نئی اصطلاحات اور نئے خیالات و اکتشافات سے مالا مال کیا ہے۔

= کاندھلوی - مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، بار اول ۱۹۸۰ء - مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، کتاب مذکور صفحات ۳۷ تا ۵۱ - نیز: ص ۳۲۷ تا ۳۳۳ - جناب سجاد احمد کاندھلوی نے کتاب کا بہترین ترجمہ کیا ہے اور جا بجا مفید حواشی لکھے ہیں جس سے کتاب کی قدر قیمت بڑھ گئی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: محمد قطب: انسانی زندگی میں جو دور و آثار، ترجمہ ساجد الرحمن صدیقی، ص ۲۲۹ تا ۲۵۱ - مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، بار اول ۱۹۸۰ء، جناب محمد قطب نے - گو کہ لمبا اوقات مواد کا تکرار ہے - اپنی تقریباتاً تمام کتابوں میں 'جنس' کے مسئلہ پر نفسیاتی نگ میں بحث کی ہے - ۱ - جدید جاہلیت ص ۲۲۳ تا ۲۴۸ - ترجمہ سعید الرحمن صدیقی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، بار اول ۱۹۷۹ء

۲ - اسلام کا نظام تربیت ص ۸۴ تا ۱۸۸ - ترجمہ پروفیسر سعید الرحمن صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، طبع سوم ۱۹۸۶ء

۳ - اسلام اور جدید ذہن کے شہادت، ترجمہ: محمد سلیم کیانی ایم اے صفحات ۲۶۶ تا ۲۷۷ - شائع کردہ انسو IJFSO ۱۹۶۴ء

نیز ملاحظہ ہو: سید قطب شہید: اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل ص ۸۶، ۸۷ - محمولہ بالا۔

رشتہ ازدواج سے باہر جنسی اباحت

خاص طور پر اسلام کے نقطہ نظر سے قبل از ازدواج جنسی اباحت (Premarital Sexual Permissiveness) رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد جنسی اباحت سے ہلکا جرم ہے۔ قبل از ازدواج جنسی اباحت کو سماجیات (Sociology) کے ایک زندہ مسئلہ کی حیثیت ابھی تازہ حاصل ہوئی ہے یورپ اس سے پہلے سے علی الاطلاق رشتہ ازدواج سے باہر جنسی اباحت کا قائل ہے۔ بلحاظ اس کے آدھی شادی کے بندھن میں بندھا ہوا ہے یا نہیں یہ کوئی برائی نہیں ہے کہ رشتہ ازدواج سے باہر اپنی جنسی تسکین کا سامان کیا جائے۔ اس سلسلے میں یورپ کو اگر کسی کمی اور نقصان کا احساس ہے تو محض اس پہلو سے ہے کہ بچے کی پرورش و پرداخت کے عرصہ میں ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا طریقہ (Monogamous Pattern) ہی زیادہ مفید اور بہتر ہے۔ اس لیے کہ بہر صورت حقائق و شواہد کا وزن اس کے حق میں ہے جبکہ نفسیات اطفال (Child Psychology) کے دلائل نے اس میں مزید نور پیدا کر دیا ہے کہ بچے کے سماجی رویوں کی تشکیل میں گھر کے استحکام (Home Stability) کی بڑی اہمیت ہے۔ مزید برآں بچے کے نارمل اٹھان کے لیے ماں باپ کے رشتے کی ناگزیر ضرورت ہے۔ مغرب میں شادی کی ضرورت کا احساس بھی اسی پہلو سے ہے کہ بچے کی صحیح پرورش و پرداخت اسی صورت میں زیادہ بہتر ہو سکتی ہے۔ مانع حمل تداہیر چوں کہ پوری طرح کامیاب نہیں ہیں، اس لیے شادی سے باہر جنسی تعلق کی صورت میں بن چاہے بچے پیدا ہو سکے ہیں جن کی پرورش و پرداخت ایک مسئلہ ہوگی جبکہ دوسرے ذرائع سے اس مسئلہ کے حل میں بڑی کمیاں اور خامیاں ہیں۔ جنس کے دائرے میں زیادتی کے ارتکاب (Sexual offence) کی صورتیں ہیں۔ اول کمسنوں کا اغوا، خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا، دوم یہ کہ اس سلسلے میں آدمی کوئی ایسا طرز عمل اختیار کرے جو عامۃ الناس کو چونگانے والا یا انھیں ناراض کرنے والا ہو۔ اس کے بعد یہ تسلیم شدہ ہے کہ آدمی جو بھی جنسی طرز عمل اختیار کرے جس سے سوسائٹی پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو تو قانون کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔

1) Alex Comfort : Sex in Society P. 85, 86, Gerald Duck
work & Co. Ltd. London. 1963

دو بالغ اور جوان اپنی مرضی سے جو رو یہ بھی اختیار کریں یہ ان کا اپنا معاملہ ہے جس پر کسی کو انگلی اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انھیں صرف ایک بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ ان کا رویہ مناسب، شائستہ اور باوقار ہو۔ خیال رہے کہ اس مرضی میں دو مردوں کی بھی رضامندی شامل ہے۔ ان آداب کا لحاظ کر کے انھیں ہم جنس پرستی کی بھی پوری اجازت ہے۔ الکس کمفرٹ (Alex Comfort) کے بقول 'مغرب کے تقریباً تمام مہذب ملکوں میں اسی قانون کا چلن ہے'۔

جنسی اباحت کی نظریاتی بنیادیں

آدمی اگر کوئی غلط کام غلط مانتے ہوئے کرے تو اس کی اصلاح کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ سمجھانے بھجانے سے صحیح راستے پر آجائے گا اور تلافی یافتگی کی کوشش کرے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی غلط کام کو صحیح سمجھتے ہوئے کرے اور اس کے حق میں اپنے من پسند دلائل سے پوری طرح راضی اور مطمئن ہو تو ایسے شخص کی اصلاح بہت مشکل ہے۔ اس مریض کا بس خدایٰ حافظ ہے جو اپنے مرض کو مرض سمجھنے کے بجائے اسے صحت کا مقام دے بیٹھے اور مرض کی علامت کو صحت کی نشانیوں باور کرنے لگے اور اس کے خیال کے مطابق اس کے حق میں اس کے پاس ایسے دلائل ہیں جو بڑی کو کبھی کے بعد اسے ہاتھ آئے ہیں۔ بڑے ناسمجھ اور ناقدرے ہیں وہ لوگ جو اس کے نادردہ روزگار افکار و خیالات سے استفادہ کرنے کے بجائے الٹا اسے مریض سمجھتے اور اسے ایسا ہی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنس (Sex) کے معاملہ میں موجودہ مغربی دنیا کا حال اسی مریض جیسا ہے۔ وہ جنسی اباحت اور جنسی انارکئی کو کوئی بیماری یا برائی تسلیم کرنے کے بجائے قدیم غیر مہذب سوسائٹیوں کے بالمقابل اپنی روشن خیالی کے دور کا نادر تحفہ قرار دیتی ہے۔ چنانچہ کہا جا رہا ہے کہ 'جنسی برتاؤ' (Sexual behavior) کی مختلف اور متنوع صورتیں ہر فرد کے اندر جنینیاقی طور پر موجود ہوتی ہیں۔ فرق صرف اس کا ہے کہ کون سا برتاؤ کس کو زیادہ پسند آتا ہے۔ اس میں بڑا دخل وراثت (Heredity) ماحول اور ابتدائی حالات نیز تہذیب کے اس رنگ و آہنگ کا ہوتا ہے جس میں آدمی کے زندگی کے ایام بسر ہوتے ہیں۔ سادیت پسندی (Sadism) جس میں صنف مقابل کو جسمانی ایذا پہنچانے بغیر آدمی کی جنسی تسکین نہیں ہوتی، مازیکزم (Masochism) یعنی جنسی انحراف جس میں صنف

مقابل سے مغلوب ہونے نیز اس کے سفاکانہ برتاؤ سے آدمی کو راحت اور سرور ملتا ہے۔
 فیٹیشزم (Fetishism) جس میں انسان کو کسی غیر جاندار چیز سے جنسی دلچسپی کی طرفانہ
 وابستگی ہوتی ہے۔ ہم جنس پرستی (Homo Sexuality) اور نارسیزم (Narcissism)
 شہوت پرستانہ خود پرستی جو کسی آدمی کے اندر پائی جاتے۔ جنسی برتاؤ کی یہ سبھی تشکیلیں انسان
 کے اندر پائی جاتی ہیں۔ مختلف الغماض جنسی جذبہ کے اجزاء کے جھجکاؤ کا تناسب جس طرف
 بڑھ جاتا ہے، مختلف افراد کے اندر اسی کی نسبت سے اس کی صورتیں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ظاہر
 ہے جب مادیت پسندی اور مازیکزم جیسی جنسی انحراف کی صورتیں بھی انسان کے اندر جنیناتی
 طور پر موجود تھائی جائیں تو سماج میں ان کے اظہار بلکہ ان کے پھیلاؤ پر تعجب کرنے اور اس
 پر کسی کما نگلی اٹھانے کا کیا موقعہ ہے۔ رشتہ ازدواج سے باہر جنسی تعلق کا مسئلہ بھی اس
 سے صاف طریقے پر حل ہو جاتا ہے کہ جب جنسی انحراف کی یہ بدترین صورتیں بھی انسان کے
 نارمل ارتقاء کا ایک حصہ ہیں تو شادی سے باہر جنسی تعلق تو اس کے مقابلہ میں بہت چھوٹی اور
 معمولی بات ہے۔ جنسی انحراف کی مذکورہ صورتوں کا قائل معاشرہ اس دائرے میں جس قدر بھی
 آگے نکل سکے کم ہی ہے۔ آگے یہی مصنف شادی کے روایتی ادارہ کی نسبت سے
 مذہبی اخلاقیات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہ یہ ہر شخص کو ایک ہی انداز سے شادی کے بندھن میں
 باندھ کر ہر پیر کو ایک ہی سائز کے جوتے میں فٹ کرنا چاہتی ہیں، دور جدید کے مطلوبہ جنسی رویے
 کی ترجمانی اس طرح کرتا ہے کہ: "پیر کا ایک ماڈل سائز ضرور ہوتا ہے لیکن جوتے کے
 فیٹن کی بھی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں" "There is a model size of foot
 as well as a fashion in foot wear." مزید فرماتے ہیں کہ "ہم سے سوال کیا
 جاتا ہے کہ عام طور پر جنسی برتاؤ کا کون سا رویہ سب سے زیادہ سمجھداری پر مبنی ہے؟ پھر خود
 ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ: "یہ سوال کیا جانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی ہم سے پوچھے
 کہ عام طور پر سب سے زیادہ مناسب غذا کون سی ہے؟" "اگس کفرٹ کے اس بیان میں کچھ
 ابہام ہو تو ایک دوسرا مصنف اس ابہام کو بالکل صاف کر دیتا ہے۔
 بیج بن لنڈسی (Judge Ben Lindsey) اپنی کتاب (The Comp-
 anionate Marriage) جس کے اپنے ماحول پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوئے،

میں فرماتے ہیں :

”میرا مشورہ ہے کہ رشتہ ازدواج سے باہر جنس (Extra-marital Sex) کے سلسلے میں سماج کے لیے مناسب نظریہ یہ ہے کہ وہ یہ تسلیم کرے کہ کچھ لوگوں کے اندر جنس کے متنوع تجربات کا رجحان ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔ سماج کا یہ کوئی وظیفہ نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کے نہیں کوئی امتیازی رویہ اختیار کرے جو اس طرح کے رجحانات رکھتے ہوں جبکہ وہ مناسب طور پر دوسرے لوگوں کے جائز حقوق کا لحاظ رکھ رہے ہوں اور ان کا احترام کرتے ہوں۔ اس حد کے اندر رہتے ہوئے ان کی یہ روش ان کا بالکل شخصی معاملہ ہے جس کے بارے میں تنہا انھیں ہی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ ایک شخص کو اپنی سیاست یا اپنے مذہب کے سلسلے میں انتخاب کا اختیار ہوتا ہے، سیاست کے ساتھ مذہب کی جو اس سے قدر افزائی ہو رہی ہے وہ اپنی جگہ کہ انسان نے مذہب کو نیچے گرایا تو اسے کس قدر نیچے گرایا، اس کی روشنی میں جنس کے سلسلے میں دور حاضر کے انسان کا رویہ بالکل واضح ہے۔ وہ اس دائرے میں اپنے لیے مکمل آزادی کا طلب گار ہے۔ صرف شہریت کے آداب کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ مذہب دنیا کے مذہب انسانوں کو کوئی تکلیف اور ناگواری نہ ہو نفس جنس (Sex) کسی ادب کی محتاج نہیں ہے جنس کے معاملے میں انسان بالکل آزاد ہے اس کے سلسلے میں اس کے اوپر کسی قسم کی پابندی اور رکاوٹ لگانا جائز نہیں ہے۔“

خالص حیاتیاتی مسئلہ

اسی سلسلے میں، جیسا کہ اشارہ گزرا، ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ جنس کا مسئلہ خالص حیاتیاتی مسئلہ (Biological Problem) ہے اور اسے حیاتیاتی بنیادوں پر ہی حل کرنا چاہیے۔ اس معاملے میں مذہب و اخلاق کی دخل اندازی کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے خواہ مخواہ کی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ غیر مذہب عہد پارینہ کی غیر مذہب سوسائٹیوں کی روایت ہے۔ جس کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔ الگس کفرٹ کے

کے بقول 'جنسی تعلق کی مطلوبہ نوعیت جسے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور جسے اپنا مطمح نظر قرار دیا جائے، اس کے سلسلے میں ہمارے خیالات کو لازماً عام حیاتیاتی اصولوں پر استوار ہونا چاہیے۔ قدیم سوسائٹیوں میں موجود طور طریقوں سے حاصل ہونے والے معیارات پر ان کی بنیاد نہ ہونی چاہیے۔ حیاتیاتی اصولوں پر استوار ہونے کا مطلب ہے کہ جہاں کوئی حیاتیاتی مسئلہ پیدا ہوا ہے حیاتیاتی بنیادوں پر حل کیا جائے۔ چنانچہ اگر کامیاب مانع حمل تدابیر سے حیاتیاتی مسئلہ سے کامل اطمینان حاصل ہو جائے تو پھر جنسی تعلق کی نوعیت کیا ہے، اس کے بارے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ یہی مصنف آگے شادی کے سلسلے میں مذہبی تعلیمات پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ جو مذہبی تعلیمات نے اپنے شادی کے تصور کو اولاد کی پیدائش کے بجائے مباشرت کے عمل پر مرکوز کر دیا ہے تو اس نے خواہ مسئلہ کو مزید الجھا دیا ہے۔ اس لیے کہ کینے و جگنی کے حق میں حیاتیاتی دلیل کا دار و مدار بڑی حد تک بچوں کی موجودگی پر ہے۔ شادی کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے غیر بار آور مباشرت کو جو ماحولی اہمیت حاصل ہے وہ برائے نام یا بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ مطلب واضح ہے کہ مذہب میں ایک بیوی پر اکتفا کرنے کے طریقے پر جو غیر معمولی زور ہے تو اسی لیے کہ اس کے نتیجے میں بچے پیدا ہوں گے۔ رشتہ ازدواج سے باہر جنسی تعلق قائم کرنے کا مطلب ہوگا کہ سماج پر ایسی اولاد کا بار پڑے جو بن سری ہو لیکن غیر بار آور مباشرت پر مذہب کو ناک بھوں چڑھانے کی کیا ضرورت ہے جس میں ایک سے زائد عورتوں سے آدمی جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے۔ لیکن اولاد جیسی کسی چیز کا خطرہ نہیں ہوتا۔ دوسرے موقع پر مصنف موصوف بدلتے ہوئے پیرائے میں اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل صاف ہے کہ مانع حمل ادویہ میں اگر اسی رفتار سے ترقی ہوتی رہی جیسی کہ اس وقت ہے تو فی الواقع ایک شخص نہیں ملے گا جسے کہ سزا دی جاسکے، اس لیے کہ دن بدن مجرم پر ہاتھ رکھنے کا بہترین طریقہ ہوگا کہ سزا کی جانچ پرکھ کے ذریعہ کسی فیصلہ تک پہنچا

Alex Comfort: Sex in Society P. 57

جائے۔ جذبات اور روایات کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ
 بات بالکل صاف ہے کہ مکمل قابل اعتماد مانع حمل تدابیر نتائج تک نوبت پہنچنے
 ہی نہیں گی۔ ان آداب کی رعایت کے ساتھ جن کی تفصیل اوپر گزری، غیر بار آور جنسی
 تعلق جیسا بھی ہو اور جس قدر بھی ہو اس کے اندر جرم اور گناہ کا کوئی شائبہ نہیں۔ مذہب
 و اخلاق سے قوت حاصل کرنے والے جذبات اور پرانی روایات کی اس دائرے میں
 کوئی شنوائی نہ ہوگی۔ امریکہ کی اجتماعی زندگی کے حوالہ سے اس ملک کا مشاہدہ کرنے
 والے ایک مبصر سے ایک گفتگو کے دوران ”ادارہ معلمین“ (گریٹی کولوارڈو) کی ایک
 خاتون نے ان سے صاف طریقے پر کہا کہ: ”صنعتی تعلقات کا مسئلہ صرف حیاتیاتی مسئلہ
 ہے۔ مگر تم مشرقی لوگ اخلاق کو گھسا کر اس آسان سے مسئلہ کو پیچیدہ بنا دیتے ہو چونکہ
 جانور اپنے جنسی ملاپ میں اخلاق کو مد نظر نہیں رکھتے اس لیے ان کی زندگی آسان
 سادہ اور آرام دہ ہے۔“

۱۲۹ حوالہ مذکور ص

۱۲۹ حوالہ مذکور ص: میرا چشم دید امریکا بحوالہ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، از مصنف
 مذکور ص ۸۷، حوالہ بالا۔

مشترک خاندانی نظام اور اسلام

از: سلطان احمد
 اسلامی

مشترک خاندانی نظام (JOINT FAMILY SYSTEM) ہندوستان اور تیسری دنیا کے ملکوں

کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس رسالہ میں اسلام کے نقطہ نظر سے اسی اہم مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔ رسالہ
 دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں مشترک خاندانی نظام کے محرکات اور اس کے نقصانات کی سماجی معاشی
 اور نفسیاتی سمجھی پہلوؤں سے تفصیل ہے۔ دوسرے حصے میں اس نظام کے برعکس اسلام کے مطلوبہ خاندانی نظام
 کے خدوخال، اس کے مستند ماخذ کی روشنی میں دلائل کے ساتھ واضح کیے گئے ہیں۔ رسالہ علمی اور تحقیقی ہے اور
 کوئی بات بغیر حوالہ کے نہیں کہی گئی ہے۔

صفحات ۵۶ آفسٹ کی حسین طباعت قیمت صرف ۶ روپے

ناشر: مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، بان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ ۲۰۲۰۱